

عترت شریاتول صاحبہ ایم اے عربی اسلامیات یکچہ ارگورنٹ گزلا کالج گوجرانوالہ

گزشتہ سے پورستہ

خاندانی منصوبہ بندی

البتہ ریات ضرور ہے کہ اس کے لیے زوجین کو محنت کرنا پڑتی ہے۔ عورت کے لیے جہاں چھوٹے چھوٹے بچوں کی پرورش محنت طلب کام ہے، وہاں مرد کے لیے کہا کر لانا بھی محنت اور مشقت طلب کام ہے۔ چنانچہ اسلام میں اپنے اہل و عیال کی خاطر رزقِ حلال کی طلب کو بھی ایک اہم فریضہ قرار دیا گیا ہے۔ جتنے بچے زیادہ ہوں گے اتنی ہی وہ زیادہ محنت کرے گا اور وسائل کی تلاش میں رہے گا۔ جس سے ملک کی معاشیات پر براہ راست اثر پڑتا ہے اور اس طرح جدوجہد اور محنت کی بھلاہیں کھلتی ہیں۔

دوسری طرف اگر بچے کم ہوں گے تو آدمی محنت بھی کم کرے گا اور عداً سستی اور کوتاہی سے کام لے گا۔ بلکہ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ جو لوگ اولاد کی نعمت سے بیکسر محروم ہوتے ہیں، وہ بھی سوچتے ہیں کہ ہم کام کریں بھی تو کس کے لیے؟ فطری طور پر یہ نیکے بن جاتے ہیں۔ اس کا ملک کی معاشیات پر بڑا اثر پڑتا ہے اور وسائل پیداوار میں کمی آجاتی ہے۔

تصور کا ایک اور رخ بھی ہے کہ اس دنیا میں اللہ نے کوئی چیز بھی بیکار پیدا نہیں کی۔ جو ذی روح بھی اس دنیا میں وارد ہوتا ہے وہ اپنے ایک پیٹ کے ساتھ ایک دماغ و دہانہ اور دنا انگلیں بھی رکھتا ہے۔ پہلے کچھ دیر تودہ دوسرے کے سہارے پر اپنی زندگی کا آغاز کرتا ہے۔ پھر جب وہ سن رشد کو پہنچ جاتا ہے۔ تو پھر اسے بھی اپنے دماغ سے سوچ سمجھ کر اپنی عقل و فہم سے اور اپنے دست و بازو سے کام لے کر اپنی زندگی کے لیے خود سہارہ و جہد کرنا پڑتی ہے۔ اسے نہ صرف اپنا بوجھ اٹھانا پڑتا ہے بلکہ اس پر بھی جو بی اور بچوں کا بوجھ پڑ جاتا ہے۔ سچ کہا اللہ تعالیٰ نے مَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ يَرْزُقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقْبَلَهَا وَمِنْ دُونِهَا شَيْءٌ (سورہ)

ترجمہ، روئے زمین پر چلنے پھرنے والے ہر ذی روح کا رزق اللہ کے ذمے ہے۔ وہ جہاں رہتا ہے اسے بھی جانتا ہے اور جہاں اسے دفن ہونا ہے اسے بھی جانتا

ہے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ اس مادی دنیا میں ہمارے پاس توکل کا سرمایہ نہیں رہا اپنے رب کی ربوبیت اور رزاقیت پر اعتماد باقی نہیں رہا۔ اس کے برعکس سارا بھروسہ اپنے زورِ بازو پر رہ گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم کھیتوں اور جانوروں کی پیداوار میں افزائش پر زور دیتے ہیں کیونکہ اس سے نفع عاجلہ حاصل ہوتا ہے مگر اپنی نسل کی افزائش سے گھبراتے ہیں کہ اس سے کسی نفع عاجلہ کی توقع نہیں ہوتی بلکہ اس پر محنت و مشقت کرنا پڑتی ہے۔

۱۶۔ اسلام نے قناعت اور اعتماد علی اللہ پر بڑا زور دیا ہے۔ لیکن آج ہماری زندگی سے یہی قناعت و خست ہو چکی ہے۔ کپڑوں، بے دو جوڑوں میں ہم گزارا نہیں کر سکتے۔ جھوٹا مونا کھا کر جارا پیٹ نہیں بھر سکتا۔ معمولی مکانوں میں ہم نہیں رہ سکتے۔ بلکہ خوب تر کو خواہش اور جستجو جو ہمیں دین میں مطلوب تھی، اس کا رخ اب دنیا کی طرف پھر گیا ہے۔ اور اپنی دنیا بہتر بنانے کی خواہش نہ کسی عزیز کو چین سے بیٹھنے دیتی ہے۔ نہ کسی امیر کو۔ جس کے پاس دو پیسے ہیں وہ ہر وقت ان کے چار پیسے بنانے کی فکر میں ہے اور جس کے پاس دو کروڑ ہیں وہ ہر وقت ان کو چار کروڑ بنانے کی فکر میں ہے۔ یہ معیار بلند کرنے کی ہوس ہی نہیں۔ سکھاتی ہے۔ کہ تم صرف دو تین بچوں کا معیار ہی بلند رکھ سکتے ہو۔ اگر بچے اس سے زیادہ ہوئے تو نہ ان کا معیار بلند ہو سکے گا، نہ ان کو رہنے سنے کے عمدہ آداب سکھائے جاسکیں گے اور نہ عمدہ کوٹھی میں رہائش ممکن ہو سکے گی، پھر ان کے مستقبل کے لیے ہمہ اور بینک بیلنس کا اہتمام ہو سکے گا۔ ان کا بہتر آغاز زندگی ممکن نہ ہوگا۔ ان کے لیے آراستہ پیراستہ (well furnished) کوٹھیاں ممکن نہ ہو سکیں گی نہ ان کے لیے خاصی جائیداد چھوڑا جاسکے گی۔ اللہ اللہ! اپنی عاقبت کی فکر چھوڑ کر اپنی اولاد کے مادی مستقبل کے متعلق اتنے اندیشے، اپنی دور دراز کے اندیشوں میں مبتلا ہو کر انسان ضبط و لادت کرتا ہے۔ مگر اسے کیا معلوم کہ آئندہ پردہ غیب سے کیا نوردار ہونے والا ہے؟ عین ممکن ہے کہ کوئی شخص دو بچوں کے بعد اپنا مستقل علاج کر لے اور دوسری طرف دونوں یا ایک کسی ناگہانی مصیبت کا نشانہ ہو جائے، پھر وہ ساری عمر کے لیے بے پائے متارہ جانے لگے کہ کوئی جبارہ کارگر نہ ہو سکے گا۔

سیطان نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کر لیا ہے۔ وَلَا تَحْزَنْهُمْ قَلْبُخَيْرٌ خَلَقَ اللَّهُ۔

اور ہم میں ان کو حکم دے گا تو وہ اللہ کی پیدائش میں تبدیلی کرنے لگیں گے۔

یقین مانیے کہ یہ شیطان کا بنی وعدہ ہے۔ ہم اسی کے دام فریب میں پھنسے ہوئے اللہ کی مخلوق کو بدن چاہتے ہیں۔ وہ جتنی نسل بڑھانا چاہتا ہے ہم اس کے آگے بند باندھ رہے ہیں۔ مگر ہماری نادانی ہمیں یہ معلوم نہیں ہونے دیتی کہ ہم اس خدائی نظام کو بدل کر اپنے لیے چند در چند الجھنوں کا اضافہ کر لیں گے، مگر اس سے خدائی نظام میں کوئی فرق واقع نہ ہوگا، پھر اس بات کی کیا گارنٹی ہے کہ صرف دو بچے ہونے سے رزق وافر ہو جائے گا۔ اور زیادہ بچے ہونے سے رزق لازماً تنقوڑا ہی رہے گا۔ کیونکہ

إِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ إِنَّهُ كَانَ بَحْسِرًا
بخش اسرائیل یقیناً آپ کا رب جس کے لیے چاہتا ہے روزی فراخ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے، یقیناً وہ اپنے بندوں کے حالات سے باخبر اور دیکھنے والا ہے۔

پس واضح ہوا کہ یہ فیصلہ اس کی صوابدید پر ہے کہ کسے امیر بنایا جائے اور کسے غریب رکھا جائے۔ اور پھر اس کے فیصلہ کو بدن بھی کسی اور کے بس کا روگ نہیں ہے، پھر ایک اور نکتہ بھی قابل غور ہے کہ قوم کو اگر سادگی اور کام، کام، مسلسل کام پر ابھارا جائے، کام چوری، فضول خرچی اور رشوت جیسی برائیوں کے اسداد کے لیے ذرائع ابلاغ پوری کوشش کریں تو عین ممکن ہے کہ نتائج خوشگوار رہیں باقی رہ گیا پاکستان۔ تو اس کو تو ابھی پوری طرح رونق پذیر ہونے کے لیے ابھی کافی آبادی کی ضرورت ہے تاکہ صرف یہ کہ پاکستان میں کاروبار حیات زور پکڑے بلکہ اس لیے بھی کہ پاکستانی دوسرے ممالک میں جا کر دوسروں کی تعمیر و ترقی میں بھی انکا ہاتھ بٹائیں اور اس کرہ ارض کو انسانی آبادی کے لیے بہترین مقام بنانے میں اپنا بھرپور کردار ادا کریں۔

۷۔ باقی رہ گئی بات قومی خدمت کی کہ جس خاندان کے صرف دو بچے ہوں گے وہ قوم کی بہتر خدمت کر سکے گا، قومی خدمت آخر کس چیز کا نام ہے جو بچے زیادہ ہونے سے از خود غائب ہو جاتی ہے، قوم کی خدمت انجام دینے سے مراد یہی ہے کہ قوم کا ہر فرد اپنا فریضہ کماحقہ ادا کرے۔ اور اپنے فرض کی ادائیگی میں کسی تساہل سے کام نہ لے

عورت پر قوم کی طرف سے جو فریضہ عائد ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ وہ تندرست بچوں کو جنم دے اور پھر صحیح خطوط پر ان کی تربیت کرے۔ اس کا کام یہ نہیں ہے کہ وہ قوم کے دفتروں اور کافتھوں

میں کام کرے، ملک کا دفاع کرے، کرنسی پر بیٹھے یا ملک کی سربراہ بنے بلکہ اس کا کام یہ ہے کہ وہ قوم کے دفتروں اور کارخانوں میں کام کرنے والے مخلص کارکن، ملک و ملت کا دفاع کرنے والے نڈر مجاہد، ملک کا انتظام کرنے والے دانشور لیڈر، بے لاگ عدل و انصاف کرنے والے عادل جج اور دین اسلام کا سچا خادم اور محبت وطن بنائے، اس کے برعکس جو عورت گھر بار چھوڑ کر دفاتروں اور بازاروں میں نکلتی ہے، وہ اپنا گھر تو تباہ کرتی ہے، اور مردوں کو بیکار بناتی ہے، گو ماہر جاکر محنت کا اصل معیار بھی گرا دیتی ہے۔ اس طرح اس کے باہر نکلنے سے تین گنا نقصان ہوتے ہیں۔

مرد بہتر قومی خدمت صرف سیاستدان یا لیڈر بن کر ہی نہیں کر سکتا بلکہ وہ زندگی کے جس شعبے سے بھی ملک کے وہاں وہ اگر ایماذاری، محنت، خلوص اور لگن سے اپنا کام انجام دیتا ہے، تو وہ صحیح معنوں میں قوم کی خدمت کر رہا ہے۔

یہ بات بھی غور طلب ہے کہ گھر قوم کی اکائی ہے۔ اگر گھر کے افراد مطمئن ہیں تو قوم بھی مطمئن ہے، لیکن اگر عورت کی بیرون خانہ ذمہ داریوں کی بنا پر گھر سکون اور چین سے محروم ہوتے ہیں تو قومی سطح پر سکون و چین کیسے منسوب ہو سکتا ہے،

قومی لحاظ سے

قومی لحاظ سے بھی تحریک ضبط و ولادت، بڑی معرقت رساں ہے کیونکہ جہاں نفرتی لم ہو وہاں کارخانوں اور دفاتروں کا کام کیسے چلے، آج کے مشینی دور میں مشینوں سے زیادہ کام کیا جائے تو بھی کمی مسابک پیدا ہوتے ہیں، مثلاً ایک قوم کے متعدد افراد کی بیکاری، پھر اس بیکاری کی بنا پر کمزوری صحت۔ جبکہ کام کاج میں مصروف رہنے والی قوم صحت مند افراد پیدا کرتی ہے، دوم، مشینوں کی درآمد کے لیے دوسرے ملک کا دست نگر ہونا پڑتا ہے۔ پھر ان کے ماہرین کی خدمات، ثالث تو پڑے ان کی من پسند شرائط پر خریدنا جو، سے ترقی پذیر ملکوں کا سرمایہ مسلسل ان کی طرف منتقل ہوتا رہتا ہے، دفاعی لحاظ سے ملک میں آبادی کی کثرت ہی مفید ہوا کرتی ہے ہمارا ازلی وابدی دشمن اسرائیل کس طرح برابر اپنی افرادی قوت میں اضافہ کر رہا ہے۔ گو وہ ایک چھوٹا سا خطہ زمین ہے اور ان کا رقبہ محدود ہے، مگر اس کے باوجود وہ خود افزائش نسل پر عمل پیرا ہے، ساتھ وہ دنیا کے تمام خطوں سے یہودیوں کو طمع و تحرصص اور گرفتار انعامات

کے ذریعے اپنے وطن اسرائیل میں بسا رہا ہے۔ دوسری طرف اشتراکی دشمنوں کو دیکھئے وہ بھی ضبط ولادت کی تحریک کے مخالف ہیں اور افزائش نسل کی پالیسی کا بنیادی اصول ہے۔ چین اور روس جیسے طاقتور ملک آخر کو اپنی افرادی قوت میں مسلسل اضافہ کر رہے ہیں۔ صرف اس لیے کہ وہ اس نکتہ سے آگاہ ہیں کہ آج کے دور میں وہی ملک مضبوط و مستحکم ہے جس کے پاس افرادی قوت زیادہ ہے، جنگ عظیم اول اور دوم میں برتھ کنٹرول پر عمل پیرا ہونے والے مغربی ملکوں کو اپنی افرادی قوت کی کمی کا شدید یہ احساس ہوا تھا۔ فرانس کسی دور میں دنیا کی ایک عظیم طاقت تھا۔ برتھ کنٹرول کی وجہ سے جنگ عظیم میں بالکل پس کر رہ گیا، اور آج تک پہلے کی طرح ابھر نہیں سکا، برطانیہ اسی درجہ سے آج دنیا کی چوتھی طاقت شمار ہوتا ہے، جو کل تک دنیا کی عظیم ترین مملکت تھی۔ قدیم تاریخ ایسی پیشہ مشاغل پیش کر سکتی ہے۔ یونانیوں نے تاریخ میں بڑی ترقی کی، اور ایک عرصہ تک تاریخ عالم میں ان کا ڈنکا بجا رہا۔ پھر انہوں نے بھی ضبط ولادت کی تحریک چلائی جس سے ان کی آبادی کم ہوئی، دوسری طرف انہیں اپنے دشمنوں سے جنگ لڑنا پڑی، اس طرح پہلے برتھ کنٹرول اور پھر جنگ، دونوں نے مل کر عظیم سلطنت روم کو اس طرح تھس تھس کر دیا کہ پورے دو ہزار سال گزرنے کے باوجود آج تک یونانی اپنا وہ کھڑا ہوا مقام حاصل نہیں کر سکے۔

اب تمام ترقی یافتہ ممالک دوبارہ افزائش نسل پر مجبور ہو رہے ہیں۔ کیونکہ امریکہ، برطانیہ، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ، ہالینڈ، جرمنی، ڈنمارک، سویڈن اور یونان کے کارخانوں کو چلانے اور روزمرہ کے کام پورے کرنے کے لیے انہیں بیرونی ممالک سے لوگوں کو اپنے ہاں بلانا پڑتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت مسلمان ملکوں میں ضبط ولادت کی تحریک کو فروغ دیا جا رہا ہے۔ تاکہ یہ لوگ ابھر سکیں نہ اسلام دنیا پر غالب آ سکے، چنانچہ کیونسٹ اور سرمایہ دارانہ استعمار، بینینوں مل کر مسلمانوں کو کمزور کرنے کی مسلسل کوشش کرتے رہے ہیں، اور سازشوں کے جال بٹھاتے رہتے ہیں۔ دوسری طرف مسلمان اتنے مجبور ہیں کہ اس تحریک کے ذریعے مسلسل اپنی افرادی قوت کمزور کر رہے ہیں، برکادی اور فوجی سطح پر اس لیے زور کمزور کر رہے ہیں۔ پاکستان میں بھی سالانہ بچہ دہی میں سے ایک خطیر رقم کتبہ بندی کے لیے وقف کی جاتی ہے۔ اگر وہی رقم زچہ و بچہ کا معیار صحت بہتر بنانے میں صرف کی جائے

تو اس سے ملک کو کتنا فائدہ حاصل ہو، جب سے پاکستان میں اس تخریب نے زور پکڑا ہے، خدا کی طرف سے بھی اس کا رد عمل ظاہر ہو رہا ہے ۱۹۷۳ء میں سقوط ڈھاکہ کے ذریعے ملک کی نصف آبادی خود بخود کم ہو گئی ۱۹۷۳ء میں سیلاب کی شکل میں اللہ کا عذاب آیا اور عظیم آبادی کا صفایا کر ڈالا، ۱۹۷۳ء کے آخر میں وادی سوات میں جو ہولناک زلزلہ آیا اس نے زلزلہ کے تمام اگلے پچھلے ریکارڈ توڑ ڈالے۔ کیا اب بھی پاکستانی قوم نہیں سمجھتی کہ وہ خاندانی منسوبہ بندی کے ذریعے خدا کے عذاب کو دعوت دے رہی ہے۔۔۔۔۔ اسے مسلسل اپنی آبادی کم کرنے کی فکر لگی ہوتی ہے جبکہ اس کے متحدہ دشمن روس اور ہندوستان کی افرادی قوت ہمارے مقابلے میں پندرہ سولہ گن زیادہ ہے، پھر ان کے پاس جدید ترین اور بے شمار اسلحہ ہے۔ ہمارے ہتھیاروں کی ان کے پاس کمی نہیں، رقبہ ان کا بے پناہ ہے۔ پھر ہم ایسے بے حس ہیں کہ برابر اپنی تعداد کم کرنے میں لگے ہوئے ہیں جبکہ ہمارے پاس اسلحہ کی بھی کمی ہے اور امداد کی کمی بھی۔ کیا واقعی ہماری حکومت دفاع وطن کے سلسلے میں مخلص ہے؟۔

خاص گھریلو نقطہ نظر سے

کیا یہی ہے معاشرت کا کمال

اقبالؒ

مرد بے کار وزن تھی آغوش!

عورتوں میں برقع کنزہ دل کی پالیسی مردوں کی نسبت زیادہ مقبول ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ چھپوٹے چھپوٹے بچوں کو پالنا خصوصاً جبکہ وہ خود بھی بیمار ہوں، واقعتاً بڑا مشکل ہے۔ اور پھر آج کے روز میں جبکہ بچے بڑے ضدی اور سرکش ہوتے ہیں، وہ پہلے سے معصوم اور فرماں بردار نہیں رہے۔ اس مسئلے کے تمام پہلوؤں پر ٹھنڈے دل سے غور کرنا ہو گا۔

آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے۔ الْجَنَّةُ تُحْتَضَرُ أَقْدَرُ مِنَ الْأُمَمَاتِ یعنی جنت ماں کے پاؤں کے نیچے ہے۔ اور دوسری روایت سے فَإِنَّ مَهَا قَاتِ الْجَنَّةَ تُحْتَضَرُ بِأَجْلِهَا آتِی نے ایک صحابی کو (جو آیت سے جہاد میں شرکت کرنے کے لیے آپؐ سے مشورہ کر رہے تھے) فرمایا کہ اپنی ماں کے پاس رہو اور اس کی خدمت بجالاؤ کیونکہ جنت اسی کے پاؤں کے نیچے ہے۔

غور طلب امر یہ ہے کہ اللہ نے جنت ماں کے پاؤں کے نیچے کیوں رکھی ہے ماں کا تہمتا

عظیم کیوں ہے اور کیا واقعی ہر ماں اتنی عظیم ہے۔ ہمیں یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ ماں، کو یہ عظمت اسی ایثار، محنت اور لگن کی بدولت نصیب ہوئی ہے جس کی بنا پر انسان عدم سے وجود میں آتا ہے اور جس کا وہ ابتدائی پرورش میں سخت محتاج ہوتا ہے۔ اب یہ بات تو ہم نہیں سکتی کہ پانچ چھ سال کے بعد ایک بچہ جنم لیا جائے، اس کو سب سے پہلے پال لیں، ساتھ ہمارے تفریحی مشاغل میں بھی کمی نہ آئے۔ بازاروں میں گھومنے پھرنے کا جس کا بھی کم نہ ہو، سینما، ریڈیو اور ٹیلیوژن کا جس کا بھی پورا ہو اور پھر ساتھ لگے ہاتھوں وہ عظیم مرتبہ بھی حاصل ہو جائے، میرتبہ ہے ان ماؤں کا جو اولاد کو اللہ کی گزائے نعمت سمجھیں، ہر نوموجود بچے پر اظہار تشکر کریں، پھر ان کی پرورش کے سلسلے میں جو جانکاه مصائب ہیں ان کو بہ نسبت حصول ثواب خوشی و مسرت سے برداشت کریں۔ ان کو جاوے باندی گالیاں اور بدنامیاں نہ دیں، اپنے تمام غیر ضروری شوق چھوڑیں اور پرورش بچکانہ و تربیت اطفال کی خاطر اپنے آپ کو وقف کر دیں اگر وہ اپنے ذرائع خوشی و مسرت سے برداشت کرتی ہیں تو پھر ان کی صحت پر بھی غور و فکر اور اثر پڑے گا اور دل مطمئن رہے گا۔ عزم و ارادے کی بدولت تو بیمار بھی سر کیے جاسکتے ہیں۔ اس کے برعکس اگر انسان مایوس ہو کر بیٹھ رہے اور دل میں سمجھ رہے کہ بچے تو ایک جان لیوا روگ ہیں، بہت بڑا جنمال ہیں تو پھر واقعی ایک رو بچے پان بھی اپنی ہمت سے بڑھ کر معلوم ہوگا اور طبیعت ہمیشہ چڑچڑی رہے گی۔ یہی وجہ ہے کہ مایوس قسم کے لوگوں کی صحت ہمیشہ گر رہتی ہے، اور چاہے انہیں زندگی کی کتنی سمولتیں میسر ہوں، ان کی صحت نہیں سنبھلتی۔ یہ نکتہ سمجھ لینے کے بعد اس گھن منزل کو طے کرنے کے لیے چند اور باتیں بھی ذہن نشین کرنا لازم ہے۔

۱۔ لَا تَكِلْهُ اِلَٰهَ نَفْسًا اَوْ وُجْهًا کہ اللہ تعالیٰ کسی بھی شخص کو اس کی ہمت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا، اگر ہمیں اپنے خالق و مالک حقیقی کی اس بابت پر اعتماد ہو تو کبھی ضبط و لادان کی ضرورت پیش نہ آئے، اگر عورتوں کو اپنی صحت اور اپنی ذاتی مجبوریاں سامنے رکھ کر ان خود پر ہند کٹر دل کرنے کی اجازت مل جائے تو پھر ہر عورت اس اجازت سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے گی کیونکہ انسان فطرتاً سہل پسند واقع ہوا ہے۔ ہر وقت اپنے لیے عیش و آرام کا منتہی رہتا ہے، اور جب تک اس پر زبردستی کوئی بار نہ ڈالا جائے وہ اس کو انجام دینے سے گریزاں رہتا ہے، حالانکہ اس میں بار کو سننے کی اہلیت ہوتی ہے۔

۲۔ اگر کثرتِ اولاد کی بدولت عورت کو کام زیادہ کرنا پڑتا ہے، تو خود اس کا شوہر کون سا سکھی ہے، اسے جتنے بچوں کی پرورش کرنا پڑتی ہے۔ میاں کو بھی تو اتنے بچوں کی روزی کا اہتمام کرنا پڑتا ہے۔

اسے سب عام حالات کی نسبت زیادہ تنگ و دو کرنا پڑتی ہے، پھر عورتیں اس صورت حال سے خواہ مخواہ پریشان کیوں ہوں؟

۳۔ عموماً دیکھا گیا ہے، کہ جہاں اولاد زیادہ ہوتی ہے وہ دوسرے بچوں کی نسبت خوبصورت، عقلمند، ذہین اور مستعد ہوتی ہے، شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو شروع بچپن ہی سے اپنا سہارا آپ بٹا پڑتا ہے جبکہ دوسرے بچے عام حالات میں چار یا پنج سال تک، یا جب تک اور پھر بیدار نہیں ہوتا، ماں کا پیچھا ہی نہیں چھوڑتے، اس طرح ماں کو ہر حال میں ایک سی تکلیف اٹھانا پڑتی ہے، ہر قسم کے حالات میں اپنے دست و بازو پر بھروسہ کرنا پڑتا ہے۔ اپنا مستقبل خود بنانا پڑتا ہے، جبکہ دوسرے بچے جو تعداد میں صرف دو تین ہوں، تو ان کے والدین ہر مرحلے میں ان کا جو مجرا اٹھاتے ہیں، اور ان کے لیے لمبی چوڑی جائیدادیں چھوڑ کر جانے کا انتہاء کرتے ہیں، ایسے لوگ جو کمالی عرصہ تک والدین کے سہارے کے محتاج رہیں، زندگی کے میدان میں عموماً نکتے ثابت ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ تاریخ میں بلند و بالا مقام انہی لوگوں کو ملا ہے جو بچپن سے غریب تھے، اور اپنے دست و بازو پر بھروسہ کرتے ہوئے میدان عمل میں ترقی کرتے چلے گئے۔ تاریخ ایسے لوگوں کے نام پیش کرنے سے تقریباً قاصر ہے جنہوں نے سونے چاندی کے سکوں کی کھنکھاری آنکھ کھولی ہو اور پھر وہ صفحہ ہستی پر اپنے لازمال نقوش بھی ثبت کر گئے ہوں بقول اقبالؔ

فطرت کے مفاد کی کرتا ہے نگہبانی

پابند صحرائی یا مرد بہستانِ ناصی

۴۔ کیا معلوم کہ برکت نازل کرنے سے آپ کسی نابالغ عرصہ اور نارہ روزگار کو درجود میں آنے سے روک رہی ہیں جس کا پیدا ہونا پورا ہے خاندان کے لیے ماہ صد فقر ثابت ہو۔

۵۔ جن مردوں نے اس ضمن میں کسی قسم کا بھی علاج کیا ہے، ان کی صحت اس سے از حد متاثر ہوتی ہے، کئی عرصہ میں ایسی دیکھی گئی ہیں جن کو اولاد مل جانے کی بنا پر طرح طرح کے عوارض لاحق ہو گئے ہیں تو پھر جب برکت نازل صحت کو مسلسل گرائے گا ذمہ دار ہے تو پھر آگے نہروں پیچھے کھائی کے مسداق برکت نازل کی نعمت ہی کیوں مولی جاسے؟

۶۰۔ زیادہ بچے پیدا ہوں تو مومنان میں سے لچہ بچپن ہی میں داغ منافقت دے جاتے ہیں یہ بچے (الشرط) صبر و رضا، مدد و قیامت، ایسے والدین کے لیے باعث مغرت ثابت ہو جائے گے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ اپنا رحمت کا دم سے سب بچوں کو حبان کر دے اور والدین ان کو مسلسل تربیت کے ذریعہ عیسائے مسلمان بنانے کی پوری سعی کریں، تو آخر اس بچوں میں سے آخر دو تین بچے بھی ایسے نہ ہوں گے جو اپنے خودیوں کی بنا پر ہمارا نام بدشن کریں،

ہمارے مرنے کے بعد ہمارے لیے دعائے خیر کرنے رہیں، اور روز قیامت ہمارے لیے نجات و مغفرت کا ذریعہ بنیں۔ اس طرح یہ صرف اولاد ہی ہے جو صحیح معنوں میں اپنے والدین کی آنکھیں کھنڈی کر سکتی ہے۔

۷۔ یہ منزل بلاشبہ بڑی کٹھن ہے۔ مگر اس سے گریز کرنے کے بجائے اللہ سے اس لیے توفیق اور حوصلہ مانگیں۔ یہ قرآنی دعا اکثر اللہ کے حضور صحیح قلب سے پڑھتی رہیں۔

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا ذُرِّيَّتًا قَاتِلَةً أَعْيُنٌ وَأَجْعَلْنَا لِلْمُنْفِقِينَ إِمَامًا
اے اللہ ہمیں ہمارے شوہروں اور ہماری اولادوں سے آنکھوں کی کھنڈک نسیب فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا امام بنا دے (فرقان) اور

رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي ۚ إِنِّي بِثَمَتٍ إِيْدِكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْتَغِيثِينَ
من المستغِيثِينَ الاحقاف

اے میرے رب مجھے توفیق دے کہ میں ان نعمتوں کا شکر بجا لاؤں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر فرمائی ہیں، اور مجھے ایسے نیک عمل کی توفیق عطا فرما جس سے تو راضی ہو جائے اور میری اولاد کی اصلاح فرما دے، میں تیرے حضور توبہ کرتی ہوں، ادب بے شک میں تیرے فرمانبردار بندوں میں سے ہوں،

یقینی مانیں، جتنا اللہ پر ایمان قوی ہوگا، اتنی ہی منزل آسان ہوگی، بلکہ ایمان رقیقین کی دولت کے بغیر یہ کٹھن منزل طے نہیں ہو سکتی، وجہ یہ ہے کہ آجکل فیملی پلاننگ کی وبا زوروں پر ہے اور اس سے گریز کرنے والوں کے لیے اللہ کی طرف سے شدید آزمائشیں آن پڑی ہیں۔ مگر اپنے ایمان کو بچانے کا صحیح طریقہ یہی ہے کہ جب دوسرے لوگ طرح طرح کی ترغیب و تقریبن کے ذریعے ایک ناجائز کام کو جائز ثابت کرنے میں مصروف ہوں، تو اتنی شدت سے اس کے آگے انسان ڈٹ کر کھڑا ہو جائے، جس طرح صادق الایمان مسلمانوں کے لیے شراب و قمار اور سود و فیرہ سے اجتناب ضروری ہے، بعینہٗ ہی بذکر و تذکر کی دیا سے اجتناب لازم ہے۔

ہمارے سامنے ہمارے ہادی و رہنما حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محنت جگر حضرت فاطمہ الزہراء کا آسودہ حسد ہے، وہ دس سال حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نکاح میں رہنے کے بعد اس دنیا سے رحلت فرم گئیں۔ ان دس سالوں میں آپ کے بطن اطہر سے چھ بچے

پیدا ہوئے تھے، ان میں سے دو بچے بچپن ہی میں چل بسے تھے، گھر میں مفلسی و ناداری تھی، گھر کا سارا کام بھی وہ خود سرانجام دیتی تھیں، اور ان تمام مشکل مراحل سے بچنے کے لیے رسول خدا نے ان کو ایک نسخہ کیا بتا دیا تھا کہ رات کو سوتے وقت ۴۴ بار اللہ اکبر، ۳۳ بار سبحان اللہ اور ۳۳ بار الحمد للہ پڑھ لیا کرو۔ تمہیں کثرتِ کار سے تکان نہ ہوگی، یہی درد ہی کمیزت ہمارے نوکِ زبان رہنا چاہیے۔ البتہ جب ڈاکٹر گواہی دے دے کہ حمل کی موت میں ماں کی جان کو خطرہ ہے، یا معذور قسم کے بچے پیدا ہونے لگے، یا کوئی اور ایسی ناگزیر وجہ سامنے آجائے تو پھر برخلافِ کفر و دل کی کوئی مناسب تدابیر اختیار کی جاسکتی ہے، مگر یہ بھی اشدِ مجبوری کے وقتِ حرام سمجھتے ہوئے کرنی ہوگی، جیسا کہ موت کے خطرہ کے پیشِ نظر حرامِ سدِ رمق کھانے کی اجازت ہے۔ وگرنہ عام حالات میں ہمارا یہ ایمان ہونا چاہیے کہ خدائی معاملات میں دخل دے کر ہم سوائے ذاتی الجھنوں کے اور کسی چیز میں اضافہ نہیں کر سکتے۔

صنعتکار اور تاجر حضرات

سے گزارش ہے کہ وہ ماہنامہ ترجمانِ الحدیث میں اشتہار دے کر اپنے کاروباری فائدہ کے ساتھ ساتھ اپنے مذہبِ اسلام کی نشر و اشاعت میں اعانتِ کافرِ یضہ بھی انجام دیں۔

(مینجھادارو)